امیرالمومنین خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ

امیر المؤمنین

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام اس دُنیا میں مبعوث فرمائے گئے یا کچھ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قدوم لیمنت لزوم سے اس دُنیا کو سرفراز فرمایا۔ وہ لوگ صاحب اولاد بھی ہوئے۔ لڑکے والے ہوئے اور لڑکی والے بھی ہوئے تو جن لوگوں کے ساتھ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادیوں کو منسوب فرمایا وہ یقیناً عزت وعظمت والے ہوئے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا داماد ہونا ایک بہت بڑا مرتبہ ہے جو خوش نصیب انسانوں ہی کو نصیب ہوا۔ مگر اس سلسلے میں جو خصوصیت اور جو انفرادیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں ہیں لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں صرف نبی نہیں بلکہ نبی الانبیاء اور سیّد الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہاں تک روایت ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمارہے تھے کہ اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے میں ان سب کا نکاح اے عثمان! تم سے کردیتا یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہتی۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۰۴)

اور بیہقی نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ عبداللہ جُعفی بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے ماموں حسین جعفی نے دریافت کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین کیوں ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں گی۔ اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا　　ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل اعلان نبوت اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کیا تھا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ بیمار تھیں اور انہی کی تیمارداری کے سبب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شرکت نہیں فرما سکے اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ طیبہ ہی میں رہ گئے تھے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدر کے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا تھا اس لئے آپ بدریوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے فتح پانے کی خوشخبری لے کر جس وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا جا رہا تھا۔ ان کے انتقال فرما جانے کے بعد حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تو ان کا بھی ۹ ہجری میں وصال ہو گیا۔ غرض یہ کہ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے جن کا نام ''عبداللہ'' تھا۔ وہ اپنی ماں کے بعد چھ برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے اور حضرت بی بی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

نام ونسب

آپ کا نام ''عثمان'' کنیت ابوعمر اور لقب ذوالنورین ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ یعنی پانچویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔

آپ کی نانی ام حکیم جو حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کیساتھ ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی پیدائش عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

قبولِ اسلام اور مصائب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان حضرات میں سے ہیں جن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپ قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتدائے اسلام ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد اسلام قبول کیا۔

ابن سعد محمد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب حلقۂ بگوش اسلام ہوئے تو ان کا پورا خاندان بھڑک اُٹھا یہاں تک کہ آپ کا چچا حکم بن ابی العاص اس قدر ناراض اور برہم ہوا کہ آپ کو پکڑ کر ایک رسّی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر ایک دوسرا نیا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جب تک کہ تم اس نئے مذہب کو نہیں چھوڑو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے اسی طرح باندھ کر رکھیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا وَاللّٰہِ لاَ اَدَعُہٗ اَبداً وَ لاَ اُفَارِ قُہٗ ۔یعنی خدائے ذوالجلال کی قسم مذہب اسلام کو میں کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ کبھی اس دولت سے دست بردار ہو سکتا ہوں۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یہ ہو سکتا ہے مگر دل سے دین اسلام نکل جائے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حکم بن ابی العاص نے جب اس طرح آپ کا استقلال دیکھا تو مجبور ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا حلیہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حلیہ اور سراپا ابن عساکر چند طریقوں سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ درمیانے قد کے خوبصورت شخص تھے۔ رنگ میں سفیدی کے ساتھ سرخی بھی شامل تھی۔ چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ جسم کی ہڈیاں چوڑی تھیں۔ کندھے کافی پھیلے ہوئے تھے۔ پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ ہاتھ لمبے تھے جن پر کافی بال تھے۔ داڑھی بہت

گھنی تھی۔ سر کے بال گھنگھریالے تھے۔ دانت بہت خوبصورت تھے اور سونے کے تار سے بندھے ہوئے تھے۔ کنپٹیوں کے بال کانوں کے نیچے تک تھے اور پیلے رنگ کا خضاب کیا کرتے تھے۔

اور بن عساکر عبداللہ بن حزم مازنی سے روایت کرتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا فَمَا رَأَیْتُ قَطُّ ذَکَرًا وَّلَا اُنْثیٰ اَحْسَنَ وَجْهاً مِنْهُ ۔ یعنی تو میں نے عورتوں اور مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ حسین اور خوبصورت نہیں پایا۔ (تاریخ الخلفاء)

اور ابن عساکر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گوشت کا ایک بڑا پیالہ دے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب میں آپ کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں کبھی حضرت بی بی رقیہ کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صورت دیکھتا تھا۔ جب میں آپ کے گھر سے واپس ہو کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اُسامہ! عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے اندر تم گئے تھے۔ میں عرض کیا یا رسول اللہ! جی ہاں میں گھر کے اندر گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم نے ان میاں بیوی سے حسین وخوبصورت کسی میاں بیوی کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کبھی نہیں دیکھا۔ یہ واقعہ غالباً آیت حجاب کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

اور ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی اُم کلثوم کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا کہ تمہارے شوہر عثمان غنی تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شکل وصورت میں بہت مشابہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آیات قرآنی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل ہوئی

ہیں۔ جنگ تبوک کا واقعہ ایسے وقت میں پیش آیا جبکہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اور عام مسلمان بہت زیادہ تنگی میں تھے۔ یہاں تک کہ درخت کی پتیاں کھا کر لوگ گزارہ کرتے تھے۔ اسی لئے اس جنگ کے لشکر کو جیش عسرہ کہا جاتا ہے یعنی تنگدستی کا لشکر۔ ترمذی شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر تھا۔ جبکہ آپ جیش عسرہ کی مدد کیلئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے پر جوش لفظ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ اللہ کی راہ میں پیش کروں گا۔ اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سامان لشکر کے بارے میں ترغیب دی اور امداد کیلئے متوجہ فرمایا تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دوسو اونٹ مع ساز و سامان اللہ کے راستہ میں نذر کروں گا۔ اسکے بعد پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان جنگ کی درستگی اور فراہمی کی طرف مسلمانوں کو رغبت دلائی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تین سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی راہ میں حاضر کروں گا۔ حدیث کے راوی حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ ۔ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ ۔ یعنی ایک ہی جملہ کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اب عثمان کو وہ عمل کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جو اسکے بعد کریں گے۔

مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل نہ کریں جب بھی ان کے مدارج علیا کیلئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انہیں کوئی اندیشۂ ضرر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۱)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ آپ نے ساز وسامان کے ساتھ ایک ہزار اونٹ اس موقع پر چندہ دیا تھا۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

جیش عسرہ کی تیاری کے زمانہ میں ایک ہزار دینار اپنے کُرتے کی آستین میں بھر کر لائے (دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا سکہ ہوتا تھا) ان دیناروں کو آپ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا۔ راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں اُلٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْن) یعنی آج کے بعد عثمان کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اس جملہ کو دو بار فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ فرض کرلیا جائے کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا واقع ہو تو آج کا ان کا یہ عمل ان کی خطا کیلئے کفارہ بن جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۱)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عُسرہ کی اس طرح مدد فرمائی کہ ایک ہزار اونٹ ساز و سامان کے ساتھ پیش فرمایا اور ایک ہزار دینار بھی چندہ دیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیے تو ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ـ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ) یعنی جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر دینے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں تو انکا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (پ۳، ع۴)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی تفسیر ''خزائن العرفان'' میں تحریر فرمایا ہے کہ آیت مبارکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر تھے کہ یکایک وہ ہلنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُثْبُتْ اُحُدُ مَا عَلَيْكَ اِلَّا

نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَهِیْدَانِ ۔ یعنی اے احد! تو ٹھہر جا کہ تیرے اُوپر صرف ایک نبی یا صدیق یا دو شہید ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد ۶، ص ۲۱۶)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑوں پر بھی اپنا حکم نافذ فرماتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا تھا کہ برسوں پہلے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رُک سکتا ہے، درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے بلکہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔ اس لئے آپ اپنی شہادت کا انتظار فرما رہے تھے۔ تو یہ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ جو اپنی شہادت کے منتظر تھے جیسے کہ دولہا و دلہن اپنی شادی کی تاریخ کے منتظر ہوتے ہیں تو ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ ۔ یعنی تو ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی منت پوری کر چکا (جیسے حضرت حمزہ مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ یہ لوگ جہاد پر ثابت رہے یہاں تک کہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے) اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو (اپنی شہادت کا) انتظار کر رہا ہے (جیسے حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

اور حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق رہتا تھا اس کا درخت ایک انصاری پڑوسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا جس کا پھل ان کے مکان میں گرتا تھا۔ انصاری نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ اس وقت تک منافق کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم درخت انصار کے ہاتھ بیچ ڈالو اس کے بدلے تمہیں جنت کا درخت ملے گا۔ مگر منافق نے انصاری کو درخت دینے سے انکار کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی کہ منافق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو منظور نہیں کیا تو آپ نے پورا ایک باغ

دے کر درخت کو اس سے خرید لیا اور انصاری کو دے دیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف اور منافق کی برائی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی ۔ یعنی عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دُور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔ (پ۳۰' ع۱۲)

اس آیت مبارکہ میں مَنْ یَّخْشٰی سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اَلْاَشْقٰی سے مراد اس درخت کا مالک منافق ہے۔ (تفسیر روح البیان' جلد۱۰' ص۴۰۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زمانۂ آئندہ میں ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا اڈالے ہوئے ادھر سے گذرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا۔ حضرت مُرّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سن کر میں اُٹھا اور اس شخص کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کا رُخ کیا اور پوچھا کیا یہ شخص ان فتنوں میں ہدایت پر ہوں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں یہی۔

اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں ہونے والے فتنہ کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں ظلم سے قتل کیا جائے گا یہ کہتے ہوئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ایک صاحب آئے اور اس باغ کا دروازہ کھلوایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ۔ یعنی دروازہ کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے فرمان کے مطابق جنت کی خوشخبری دی اور اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد وثناء کی۔ پھر ایک صاحب اور آئے اور اُنہوں نے دروازہ کھلوایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی فرمایا اِفْتَحِ لَهُ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ۔ یعنی ان کیلئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو بھی جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سے مطلع کیا۔ اُنہوں نے خدائے عزوجل کی حمد وثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اِفْتَحِ لَهُ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُهُ ۔ یعنی آنے والے کیلئے دروازہ کھول دو اور اسے ان مصیبتوں پر جو اس شخص کو پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دو۔ راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خوشخبری دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ان کو آگاہ کیا۔ اُنہوں نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کی، اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ ۔ یعنی آنے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران یا پنڈلی سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اُنہوں نے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا لیا اور وہ اندر آ گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ اُنہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دے دی اور وہ بھی اندر آ گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی بدستور اسی طرح لیٹے رہے یعنی ران یا پنڈلی سے کپڑا ہٹا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آ گئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

راوی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا وجہ ہے کہ میرے باپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے مگر آپ بدستور لیٹے رہے اور جنبش نہیں فرمائی۔ لیکن جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کرلیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال کے جواب میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلَا اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّجُلٍ تَسْتَحْیِ مِنْہُ الْمَلَائِکَۃُ ۔ یعنی کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

سبحان اللّٰہ ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا درجہ کیا ہی بلند و بالا اور عظمت والا ہے کہ فرشتے آپ سے حیا کرتے ہیں یہاں تک کہ سیّد الانبیاء اور نبی الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ سے حیا فرماتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے گئے ہوئے ہیں۔ پھر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت فرمائی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے ان ہاتھوں سے بہتر ہے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے بیعت کی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی اس فضیلت سے ان کے سوا اور کوئی دوسرا اصحابی کبھی مشرف نہیں ہوا۔

ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عثمان! خدائے تعالیٰ تجھ کو ایک قمیص پہنائے گا یعنی خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمائے گا۔ پھر اگر لوگ اس قمیص کے اتار۔نے کا تجھ سے مطالبہ کریں تو ان کی خواہش پر اس قمیص کو مت اُتارنا یعنی خلافت نہیں چھوڑنا۔ اسی۔لئے جس روز ان کو شہید کیا گیا اُنہوں نے حضرت ابوسہلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خلافت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ اسی لئے میں اس وصیت پر قائم ہوں اور جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس پر صبر کر رہا ہوں۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دوبار جنت خریدی ہے۔ ایک بار تو ''بیر رومہ'' خرید کر اور دوسری بار جیش عُسرہ کیلئے سامان دے کر۔ جیش عُسرہ کیلئے جو سامان آپ نے فراہم کیا تھا اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور بیر رومہ کی خریداری کا واقعہ یہ ہے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں وہاں ''بیر رومہ'' کے علاوہ اور کسی کنوئیں کا پانی میٹھا نہ تھا۔ یہ کنواں وادی عقیق کے کنارے ایک پرفضا باغ میں ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس کنوئیں کا مالک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا اور طے یہ پایا کہ ایک روز مسلمان پانی بھریں گے اور دوسرے دن یہودی۔ مگر جب یہودی نے دیکھا کہ مسلمان ایک روز میں دو روز کا پانی بھر لیتے ہیں اور میرا پانی خاطر خواہ نہیں بکتا تو پریشان ہو کر بقیہ آدھا بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ اس کنوئیں کو آج کل ''بیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ'' کہتے ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا وعن سائر المسلمین ۔

حضرت عثمان بن عبداللہ بن مَوہَب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصر کا رہنے والا ایک شخص حج کے ارادہ سے بیت اللہ شریف آیا۔ اس نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا

تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ لوگ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا کہ ان لوگوں کا شیخ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کے شیخ حضرت عبداللہ بن عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اب اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ابن عمر! میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں آپ اس کا جواب دیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان احد کی جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ پھر اس شخص نے دریافت کیا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ بدر کی لڑائی سے عثمان غائب تھے اور معرکۂ بدر میں وہ شریک نہ ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ہاں وہ بدر کے معرکۂ میں موجود نہ تھے۔ پھر اس شخص نے پوچھا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بیعت رضوان کے موقع پر بھی غائب تھے اور اس میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں وہ بیعت رضوان کے موقع پر بھی موجود نہ تھے اور اس میں شامل نہ تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تینوں باتوں کی تصدیق سن کر اس شخص نے اللہ اکبر کہا۔ بظاہر اس مصری شخص کا سوال تھا لیکن حقیقت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر اس کا اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ ادھر آ۔ میں تجھ سے حقیقت حال بیان کر کے تیرے شبہات دور کر دوں۔ احد کے معرکہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بھاگ جانے کے متعلق میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ خدائے ذوالجلال نے ان کی غلطی کو معاف فرما دیا۔ (جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے)

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۔ یعنی بے شک وہ لوگ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں۔ ان کے بعض اعمال کے سبب انہیں شیطان ہی نے لغزش دی اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

(پ۴ع۷)

اور جنگ بدر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا موجود نہ ہونا اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی اس زمانہ میں بیمار تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی

اللہ عنہ کو ان کی دیکھ بھال کیلئے مدینہ طیبہ میں چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے ایک مجاہد کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے بھی ایک شخص کا حصہ دیا جائے گا۔اب رہا معاملہ بیت رضوان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مکہ معظّمہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ باعزت اور ہر دل عزیز کوئی اور شخص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو مکہ معظمہ بھیجتے مگر چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہر دل عزیز اور باعزت مکہ شریف والوں کی نگاہ میں کوئی اور شخص نہ تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو مکہ معظمہ روانہ فرمایا تا کہ وہ آپ کی طرف سے کفار مکہ سے بات چیت کریں۔تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ معظمہ چلے گئے اس طرح ان کی غیر موجودگی میں بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کے وقت اپنے داہنے ہاتھ کو اُٹھا کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اس ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابھی جو میں نے تیرے سامنے بیان کیا ہے تو اس کو لے جا کہ یہی تیرے سوالات کے مکمل جوابات ہیں۔(بخاری شریف)

آپ کی خلافت

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طبیعت جب زیادہ ناساز ہوئی تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپ ہمیں کچھ وصیتیں فرمایئے اور خلافت کیلئے کسی کا انتخاب فرمادیجئے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت کیلئے علاوہ ان چھ صحابہ کے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش رہ کر اس دُنیا سے تشریف لے گئے ہیں میں کسی اور مستحق نہیں سمجھتا ہوں۔پھر آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام لئے اور فرمایا کہ میرے لڑکے عبداللہ مجلس شوریٰ میں اس کے ساتھ رہیں گے۔لیکن خلافت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔اگر

سعد بن ابی وقاص کا انتخاب ہو جائے تو وہ اس کا حق رکھتے ہیں ورنہ ان چھ صحابیوں میں سے جس کو چاہیں منتخب کر لیں اور میں نے سعد بن ابی وقاص کو کسی عاجزی اور خیانت کے سبب معزول نہیں کیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور سب انصار و مہاجرین اور ساری رعایا کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا رہے۔

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور لوگ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو تین روز بعد خلیفہ کو منتخب کرنے کیلئے جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ پہلے تین آدمی اپنا حق تین آدمیوں کو دے کر دست بردار ہو جائیں۔ لوگوں نے اس بات کی تائید کی تو حضرت زبیر حضرت علی کو، حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبدالرحمٰن کو اور حضرت طلحہ حضرت عثمان کو اپنا حق دے کر دست بردار ہو گئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ تینوا حضرات رائے مشورہ کرنے کیلئے ایک طرف چلے گئے۔ وہاں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے لئے خلافت پسند نہیں کرتا اب آپ لوگوں میں سے بھی جو خلافت کی ذمہ داری سے دست بردار ہونا چاہے وہ بتا دے اس لئے کہ جو بری ہوگا ہم خلافت اسی کے سپرد کریں گے اور جو شخص خلیفہ ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سب سے افضل ہو اور اصلاح اُمت کی بہت خواہش رکھتا ہو۔ اس بات کے جواب میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما یعنی دونوں حضرات چپ رہے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا آپ لوگ اس انتخاب کا کام ہمارے سپرد کر دیں۔ قسم خدا کی میں آپ لوگوں میں سے بہتر اور افضل شخص کا انتخاب کروں گا۔ دونوں حضرت نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو منظور ہے ہم انتخابِ خلیفہ کا کام آپ کے سپرد کرتے ہیں۔

اب اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے کر ایک طرف گئے اور ان سے کہا کہ اے علی! آپ اسلام قبول کرنے میں سابق اوّلین میں سے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز ہیں۔ لہٰذا آپ کو اگر میں خلیفہ

مقرر کر دوں تو آپ قبول فرمالیں گے اور اگر میں کسی دوسرے کو آپ پر خلیفہ مقرر کر دوں تو اس کی اطاعت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لے کر ایک طرف گئے اور ان سے بھی تنہائی میں اسی قسم کی گفتگو کی تو اُنہوں نے بھی دونوں باتوں کو تسلیم کر لیا۔ جب ان دونوں حضرات سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا عہد و پیمان لے لیا تو اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی۔

تاریخ الخلفاء میں ابن عساکر کے حوالہ سے ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس لئے خلیفہ منتخب کیا کہ جو بھی صائب الرائے تنہائی میں ان سے ملتا وہ یہی مشورہ دیتا کہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو ملنی چاہیئے وہ اس کیلئے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! میں نے سب لوگوں کی رائے معلوم کر لی ہے۔ خلافت کے بارے میں سب کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میں سنت خدا، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلفاء کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ اس طرح سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی پھر تمام مہاجرین وانصار نے ان سے بیعت کی۔

اور مسند امام احمد میں حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت کی؟ اُنہوں نے فرمایا کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں اس کی استطاعت نہیں

رکھتا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی گفتگو کی تو اُنہوں نے قبول کرلیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۴)

غنیۃ الطالبین جو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تصنیف مشہور ہے۔ اس میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔

تو اس روایت کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ غالبًا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت خلافت سے اس لئے انکار کر دیا کہ ان پر عام صحابہ کا رجحان ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ میری بجائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے صحابہ کی مرضی کے خلاف زبردستی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تنہائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو مجھے آپ کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ سے۔ پھر میں نے اسی طرح تنہائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے؟ اُنہوں نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ سے۔ پھر میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسی طرح تخلیہ میں ان سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کی رائے دیں گے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرا اور آپ کا ارادہ خلیفۃ المسلمین بننے کا تو ہے نہیں۔ تو پھر آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تمام مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا تو اکثر لوگوں کی رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پائی گئی۔ اس لئے اُنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

رافضی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خلافت کے حق دار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے مگر

لوگوں نے ان کے حق کو غصب کر لیا کہ پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اس طرح مسلسل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حق تلفی کی گئی۔

پھر رافضی اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ حضرات خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابۂ کرام جنہوں نے ان کو خلیفہ منتخب کیا ان سب سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اور ان کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے جو لوگ خلیفہ ہوئے اور جنہوں نے ان کو خلیفہ بنایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی خدائے تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے اور ان کی تعریف وتوصیف میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً (پ ۲۷، ع ۱۷) میں ہے لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۔ یعنی تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

(ترجمہ کنز الایمان)

اور (پ ۱۱، ع ۲) میں ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ۔ یعنی اور سب میں اگلے پہلے مہاجرین اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کیے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ (کنز الایمان)

اور (پ ۲۸، ع ۴) میں ہے: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ـ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ یعنی ہجرت کرنے والے فقیروں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں۔ وہی سچے ہیں۔ (کنز الایمان)

پھر اسی (پ ۲۸، ع ۴) میں ہے وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِىْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ـ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ ۔ یعنی اور جن لوگوں نے پہلے سے اس (مدینہ منورہ) شہر میں اور ایمان میں گھر بنالیا وہ دوست رکھتے ہیں ان لوگوں کو جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور لوگ اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس جیز کی جو (مہاجرین مالِ غنیمت) دیئے گئے اور (انصار) اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کی لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

اور (پ۴ ع ۸) میں ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ ۔ یعنی بے شک اللہ کا مسلمانوں پر احسان ہوا کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو ان پر خدائے تعالیٰ کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن میں خدائے عزوجل نے اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی واضح لفظوں میں تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے۔

پہلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۔ یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور لڑائی کرنے والے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور دوسری آیت مبارکہ میں ہے رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

اور تیسری آیت مبارکہ میں فرمایا گیا اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ یعنی وہی لوگ سچے ہیں۔

اور چوتھی آیت مبارکہ میں ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ یعنی وہی لوگ فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔

اور پانچویں آیت مبارکہ میں فرمایا وَيُزَكِّيْهِمْ ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکا تزکیہ فرماتے ہیں یعنی ناپسندیدہ خصلتوں اور بُری باتوں سے ان کو پاک وصاف کرتے ہیں اور صالح بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں خبر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مُزکی ہیں تو اس

بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ صحابۂ کرام کے قلوب کا اُنہوں نے تزکیہ فرمایا اس لئے کہ اگران کے قلوب کا تزکیہ نہیں فرمایا تو وہ مُزکی نہیں ہوسکتے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلوب کا تزکیہ فرمایا تو ماننا پڑے گا کہ وہ نیکوکار اور صالح ہیں۔ ان کے اخلاق بلند ہیں، وہ اوصاف حمیدہ والے ہیں، ان کی نیتیں صحیح ہیں اور ان کا عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

لہٰذا صحابۂ کرام کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ایسے لوگ کہ جو فلاح یافتہ اور سچے ہیں اور جن کے قلوب مُزکی ومجلّٰی ہیں ان کے بارے میں یہ فاسد اعتقاد رکھنا کہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کو غصب کرلیا۔ انتہائی بدنصیبی و بدبختی ہے بلکہ قرآن شریف کو جھٹلانا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

بادشاہ جس جماعت سے راضی ہو اور ان کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہو اس جماعت سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کی بُرائی کرنا بادشاہ کی ناراضگی کا سبب ہوگا تو خدائے ذوالجلال جو صحابۂ کرام سے راضی ہے اور اپنی کتاب قرآن مجید میں جگہ جگہ ان کی تعریف و توصیف بیان فرماتا ہے اس مبارک جماعت سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کی بُرائی کرنا خدائے تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے۔

حضرت علامہ ابوزرعہ رازی رضی اللہ عنہ جو تبع تابعین میں سے ہیں اُنہوں نے اس سلسلے میں نہایت ہی عمدہ بات فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں اِذَارَأَیْتَ الرَّجُلَ اَنَّہٗ یُنَقِّصُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاعْلَمْ اَنَّہٗ زِنْدِیْقٌ ۔ یعنی جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے ان میں نقص نکالتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق اور بیدین ہے۔ اس لئے کہ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرمان ہمیں صحابہ ہی کے واسطے سے ملا ہے تو ان کی ذات میں بُرائی ثابت کرنا اور ان کو غلط ٹھہرانا قرآن وحدیث کو باطل قرار دینا ہے۔ العیاذ باللّٰہ تعالیٰ (الاصابہ، ص ۱۱، ج ۱)

آپ کا پہلا خطبہ

تاریخ الخلفاء میں ابن سعد کے حوالہ سے ہے کہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ کچھ بیان نہ کر سکے۔

صرف اتنا فرمایا کہ اے لوگو! پہلی مرتبہ گھوڑے پر سوار ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ آج کے بعد بہت سے دن آئیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے سامنے ضرور خطبہ دوں گا۔ ہمارے خاندان کے لوگ خطیب نہیں ہوئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ عنقریب ہمیں خطبہ دینے پر قدرت عطا فرمائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "منبر کے تین زینے تھے علاوہ اُوپر کے تختے کہ جس پر بیٹھتے ہیں۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم درجۂ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسرے پر پڑھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے پر۔ جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آیا پھر اوّل پر خطبہ فرمایا۔ سبب پوچھا گیا فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر۔ تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں۔ لہٰذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۷۰۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جملے قابل غور ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر لوگ ان کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہمسر گمان کرتے تو کیا اس میں کوئی خرابی تھی؟ ہاں بے شک خرابی تھی۔ اس لئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ ہرگز منظور نہیں تھا کہ لوگ ان کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہمسر گمان کریں۔ اسی طرح ان کو یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ لوگ ان کے بارے میں وہم کریں کہ وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر تیسرے پر پڑھتا تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے برابری کا دعویٰ کرنا تو بہت دُور کی بات ہے ان کو اتنا بھی گوارا نہیں تھا کہ ان کے بارے میں کوئی یہ وہم و گمان کرے کہ وہ حضرات شیخین کے ہمسر و برابر ہیں۔ اسی لئے وہ سب سے اُوپر والے درجہ پر خطبہ پڑھے۔

پھر حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی قابل توجہ ہے کہ میں نے وہاں خطبہ پڑھا جہاں یہ (یعنی ہمسری و برابری کا) احتمال متصور ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ صحابۂ

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی یہ تصور کر ہی نہیں سکتا تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری وہمسری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر کوئی آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری وہمسری کا دعویٰ کرے تو وہ گستاخ و بے ادب ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستے سے الگ ہے اور حدیث شریف مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ کے مطابق انہیں کے راستے پر چلنے والے جنتی ہیں باقی سب جہنمی۔

آپ کے زمانۂ خلافت کی فتوحات

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بھی اسلامی فتوحات کا دائرہ برابر وسیع ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ کے زمانۂ خلافت کے پہلے سال یعنی ۲۴ ہجری میں ''رے'' فتح ہوا۔ رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اسے تہران کہتے ہیں۔ ۲۶ ہجری میں شہر سابور فتح ہوا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی بار یہ درخواست پیش کی تھی کہ بحری بیڑا کے ذریعہ قبرص پر حملہ کی اجازت دی جائے مگر آپ نے اجازت نہیں دی لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اِصرار بہت زیادہ ہوا تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ سمندر اور بادبانی جہازوں کی کیفیت مفصل طریقہ سے لکھ کر مجھے روانہ کرو۔ اُنہوں نے لکھا کہ میں نے بادبانی جہاز کو دیکھا ہے جو ایک بڑی مخلوق ہے اور اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ جب وہ جہاز ٹھہر جاتا ہے تو لوگوں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اور جب وہ چلتا ہے تو عقلمند لوگ بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس میں اچھائیاں کم ہیں اور خرابیاں زیادہ ہیں۔ اس میں سفر کرنے والوں کی حیثیت کیڑے مکوڑوں جیسی ہے۔ اگر یہ سواری کسی طرف کو جھک جائے تو عموماً لوگ ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ جاتے ہیں تو اس حال میں ساحل تک پہنچتے ہیں کہ کانپتے رہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط اس مضمون کا پڑھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وَاللّٰهِ لَا اُحَمِّلُ فِیْهِ مُسْلِمًا اَبَداً یعنی قسم ہے

خدائے تعالیٰ میں ایسی سواری پر مسلمانوں کو کبھی سوار نہیں کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۰۶)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قبرص پر مسلمانوں کا حملہ نہیں ہو سکا۔ لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت آیا تو ان کے حکم سے ۲۷ ہجری میں جہاز کے ذریعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر لے جا کر قبرص پر حملہ کر کے۔ اس کو فتح کر لیا اور جزیہ لینے کی شرط منظور کر لی۔

جس لشکر نے بحری راستہ سے جا کر قبرص پر حملہ کیا تھا۔ اس لشکر میں مشہور و معروف صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت اُم حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ موجود تھے۔ آپ کی بیوی جانور سے گر کر انتقال کر گئیں تو ان کو وہیں قبرص میں دفن کر دیا گیا۔ اس لشکر کے متعلق اللہ کے محبوب دانا خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عبادہ بن صامت کی بیوی بھی اس لشکر میں ہوگی اور قبرص ہی میں اس کی قبر بنے گی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی اور کیوں نہ ہو کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رُک سکتا ہے۔ درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے بلکہ بڑے سے بڑا پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے مگر اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔

صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صلاۃ و سلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسی ۲۷ھ میں جرجان اور دار بجرد فتح ہوئے اور اسی سال جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا تو اُنہوں نے مصر پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم پر افریقہ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کر کے ساری سلطنتوں کو حکومت اسلامیہ میں شامل کر لیا۔ اس جنگ میں اس قدر مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینا اور بعض روایت کے مطابق تین تین ہزار دینار ملے۔ دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ایک سکہ ہوتا تھا۔ اس فتح عظیم کے بعد اسی ۲۷ھ میں اسپین یعنی ہسپانیہ بھی فتح ہو گیا اور ۲۹ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اُصطخر فسا اور انکے علاوہ بعض دوسرے ممالک بھی فتح ہوئے۔

اور ۳۰ھ میں جور، خراسان اور نیشاپور صلح کے ذریعہ فتح ہوئے۔ اسی طرح ملک ایران کے دوسرے شہر طوس، سرخس، مرو اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔ اس قدر فتوحات سے جب بے شمار مالِ غنیمت ہر طرف سے دار الخلافت میں پہنچنے لگا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان مالوں کی حفاظت کیلئے کئی محفوظ خزانے بنوانے پڑے اور لوگوں میں اس فراخ دلی سے مال تقسیم فرمایا کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے جبکہ ایک بدرہ دس ہزار درہم کا ہوتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۶)

آپ کی کرامتیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کئی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے جن میں سے چند کرامتیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پُر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے جل بھن کر کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اُترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اُوپر وحی تو نازل نہیں ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قولِ حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کر لیتا ہوں۔ (کرامات صحابہ بحوالہ حجۃ اللہ علی العالمین جلد دوم، ص ۸۶۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام ''جہجاہ غفاری'' تھا کھڑا ہوگیا اور آپ کے دستِ مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم و حیا کی وجہ سے اس سے کوئی

مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدائے تعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا وار اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (کرامات صحابہ بحوالہ حجۃ اللہ علی العالمین جلد دوم ص ۸۶۲)

اور حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا ''ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے''۔ میں اُٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ ''ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے''۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بنا پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؛ یہ سن کر اس نے یہ کہا کہ اے شخص! میرا حال نہ پوچھ میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کیلئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دُعا مانگی کہ ''اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے اے شخص! میں امیر المؤمنین کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دُعا کو سن کر کانپ اُٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین کی چار دُعاؤں میں سے تین دُعاؤں کی زد میں تو میں آ چکا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں۔ اب صرف چوتھی دُعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا۔ چنانچہ میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (کرامات صحابہ)

مذکورہ بالا تینوں واقعات امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامتیں

ہیں جو ان کی جلالت شان اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی مقبولیت اور ولایت کی واضح نشانیاں ہیں۔

آپ کی شہادت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت کل بارہ سال رہا۔ شروع کے چھ برسوں میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی، بلکہ ان برسوں میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ لوگوں میں مقبول و محبوب رہے اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کچھ سختی تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سختی کا وجود نہ تھا۔ آپ بہت بامروت تھے۔ لیکن آخری چھ برسوں میں بعض گورنروں کے سبب لوگوں کو آپ سے شکایت ہوگئی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ ابھی عبداللہ کے تقرر کو صرف دو سال گزرے تھے کہ مصر کے لوگوں کو ان سے شکایتیں پیدا ہوگئی۔ اُنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دادرسی چاہی آپ نے بذریعۂ تحریر عبداللہ کو سخت تنبیہ فرمائی اور تاکید کی کہ خبردار! آئندہ تمہاری شکایت میرے پاس نہ پہنچے۔ مگر عبداللہ نے آپ کے خط کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ مصر کے جو لوگ دارالخلافہ مدینہ شریف میں شکایت لے کر آئے تھے ان کو قتل کردیا۔ اس سے مصر کی حالت اور زیادہ خراب ہوگئی یہاں تک کہ وہاں سے سات سو افراد مدینہ شریف آئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عبداللہ کی زیادتیاں بیان کیں اور دوسرے صحابۂ کرام سے بھی شکایتیں کیں تو بعض صحابہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کی اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپکے پاس آئے ہیں اور عبداللہ بن ابی سرح جس پر قتل کا الزام ہے اسکی معزولی اور برطرفی کا آپ سے مطالبہ کرتے ہیں۔ آپکو چاہئے کہ ایسے شخص کو مناسب سزا دیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اُنہوں نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ لوگ قتل ناحق کے سبب مصر کے گورنر کی معزولی چاہتے ہیں۔ آپ اس معاملہ میں انصاف کیجئے اور عبداللہ بن ابی سرح کی جگہ پر کسی دوسرے کو گورنر مقرر کردیجئے۔ آپ نے مصر کے لوگوں سے فرمایا کہ اِخْتَارُوْا رَجُلاً اُوَلِّیْهِ عَلَیْکُمْ مَکَانَهٗ یعنی آپ لوگ خود

ہی کسی کو گورنر چن لیجئے میں عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کر کے آپ لوگوں کے چنے ہوئے گورنر کو مقرر کر دوں گا۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند یعنی محمد بن ابوبکر کو منتخب کیا رضی اللہ عنہما۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے انتخاب کو منظور فرمایا۔ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کیلئے پروانہ تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں معزولی کی تحریر لکھدی۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما آئے ہوئے سات سو افراد اور کچھ انصار و مہاجرین کے ساتھ مصر کیلئے روانہ ہوئے۔

مدینہ منورہ سے ابھی یہ قافلہ تیسری منزل پر تھا کہ ان کو ایک حبشی غلام سانڈنی پر بیٹھا ہوا نہایت تیزی کے ساتھ مصر کی طرف جاتا ہوا نظر آیا اس کے رنگ ڈھنگ اور اس کی تیز رفتاری سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ غلام یا تو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے اور یا تو کسی کا قاصد ہے۔ قافلہ والوں نے اسے بڑھ کر پکڑ لیا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو کہیں سے بھاگا ہے یا تجھے کسی کی تلاش ہے۔ اس نے کہا میں امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔ پھر کہا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔ ایک شخص نے اسے پہچان لیا اور بتایا کہ یہ امیر المؤمنین ہی کا غلام ہے۔ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کہاں بھیجا گیا ہے؟ اس نے کہا مجھے مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے خشک مشکیزہ سے ایک خط نکلا جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مصر عبداللہ بن ابی سرح کے نام تھا۔ محمد بن ابوبکر نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے خط کھولا جس میں لکھا ہوا تھا اِذَا اَتَاكَ مُحَمَّدٌ وَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَاحْتَلْ فِیْ قَتْلِهِمْ وَ اَبْطِلْ كِتَابَهٗ وَ قِرَّ عَلٰی عَمَلِكَ حَتّٰی یَاتِیَكَ رَائِیْ ۔ یعنی جب محمد بن ابوبکر اور فلاں وفلاں تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو کسی حیلے سے قتل کر دو۔ خط کو کالعدم قرار دو اور جب تک کہ میرا دوسرا حکم نامہ پہنچے اپنے عہدے پر برقرار رہو۔

اس خط کو پڑھ کر قافلہ والے سب لوگ دنگ رہ گئے۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اس خط پر ساتھ کے چند ذمہ دار لوگوں کی مہریں لگوا دیں اور اسے ایک شخص کی تحویل میں دے دیا اور سب لوگ وہیں سے مدینہ منورہ کو واپس ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اکٹھا کر کے

ان کے سامنے خط کھول کر سب کو پڑھوایا اور اس حبشی غلام کا سارا واقعہ سنایا۔ اس پر سب لوگ بہت سخت برہم ہوئے اور تمام صحابۂ کرام غیظ و غضب میں بھرے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ مگر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما اپنے قبیلہ بنو تمیم اور مصریوں کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو ۱- حضرت طلحہ، ۲- حضرت زبیر، ۳- حضرت سعد، ۴- حضرت عمار اور دیگر اکابر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ وہ خط، غلام اور اونٹنی بھی تھی جو راستے میں پکڑی گئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ غلام آپ کا ہے؟ اُنہوں نے جواب میں فرمایا ہاں یہ غلام میرا ہے۔ پھر اُنہوں نے پوچھا یہ اونٹنی بھی آپ ہی کی ہے؟ اُنہوں نے جواب میں فرمایا ہاں اونٹنی بھی ہماری ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ خط پیش فرمایا اور پوچھا کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا نہیں اور خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کے کہا کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے، نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اونٹنی آپ کی اور خط پر مہر بھی آپ کی جسے آپ ہی کا غلام یہاں سے لے کر جا رہا تھا۔ مگر آپ کو کوئی علم نہیں۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کے فرمایا کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے، نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ میں نے غلام کو یہ خط دے کر مصر کی طرف روانہ کیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر اپنی برأت ظاہر فرمائی تو ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ ان کا دامن اس جرم سے پاک ہے۔ لوگوں نے تحریر کو بغور دیکھا تو یہ خیال قائم کیا کہ تحریر مروان کی ہے اور ساری شرارت اسی کی ذات سے ہے۔ مروان اس وقت امیر المؤمنین کے مکان میں موجود تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیجئے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ وہ لوگ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے مروان کو سزا دیتے اور اسے قتل کر دیتے۔ حالانکہ تحریر سے یقین کامل نہیں ہوتا اس لئے کہ اَلْخَطُّ یَشْبَهُ الْخَطَّ ۔ یعنی ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔ تو انہیں مروان کی تحریر ہونے کا

صرف شبہ تھا اور شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو ان کے سپرد نہیں کیا۔ علاوہ اس کے سپرد کرنے میں بہت بڑے فتنہ کا اندیشہ بھی تھا۔

بہر حال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو لوگوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو صحابۂ کرام ان کے یہاں سے اُٹھ کر چلے گئے اور آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان کبھی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے مگر کچھ لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ شک سے بری نہیں ہو سکتے جب تک کہ مروان کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق نہ کر لیں اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ خط اُنہوں نے ہی لکھا ہے تو ہم انہیں خلافت سے الگ کر دیں گے اور اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان نے خط لکھا ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔

محاصرہ میں سختی

جب اکابر اصحاب اپنے اپنے گھر چلے گئے تو بلوائیوں نے محاصرہ میں اور سختی پیدا کر دی یہاں تک کہ ان پر پانی کو بند کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُوپر سے جھانک کر مجمع سے دریافت فرمایا کیا تم میں علی ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم میں سعد موجود ہیں؟ جواب دیا گیا کہ سعد بھی موجود نہیں ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا کوئی شخص علی کو یہ خبر پہنچا دے کہ وہ ہمارے لئے پانی مہیا کر دیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچ گئی تو اُنہوں نے آپ کے لیے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھجوا دیئے۔ مگر وہ پانی بمشکل تمام آپ تک پہنچا کہ اس کے سبب بنی ہاشم اور بنی امیہ کے کئی غلام زخمی ہو گئے اس واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے اپنے دونوں صاحبزادگان یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لےکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر جاؤ پہرے داروں کی طرح ہوشیار کھڑے رہو اور خبردار۔ کسی بھی بلوائی کو اندر ہرگز نہ جانے دو۔ اسی طرح حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے

صاحبزادگان کو امیر المؤمنین کے دروازہ پر بھیج دیا جو برابر نہایت مستعدی کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے رہے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے محاصرہ سخت کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چند مہاجرین کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دولت خانہ پر تشریف لائے اور ان سے کہنے لگے کہ یہ جس قدر بلوائی آپ پر چڑھ آئے ہیں یہ وہی ہیں جو ہماری تلواروں سے مسلمان ہوئے ہیں اور اب بھی ڈر کے مارے کپڑے ہی میں پاخانہ کئے دیتے ہیں۔ یہ سب شیخیاں اور اُونچی اُونچی اُڑانیں اس سبب سے ہیں کہ کلمہ پڑھتے ہیں اور آپ کلمہ کی حرمت کا پاس ولحاظ کرتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کو ان کی حقیقت معلوم کرا دیں اور انکی بھولی ہوئی بات پھر ان کو یاد دلا دیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ایسی بات نہ کہو صرف میری جان کی خاطر سلام میں ہرگز پھوٹ نہ پیدا کرو۔

پھر آپکے سارے غلام جو ایک فوج کے برابر تھے اسباب وہتھیار سے تیار ہو کر آپکے سامنے آئے اور بڑی بے چینی و بے قراری کے ساتھ آپ سے کہنے لگے کہ ہم وہی تو ہیں جن کی تلواروں کی تاب خراسان سے افریقہ تک کوئی نہ لا سکا۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم مغروروں کو ان کے کام کا تماشا دکھا دیں۔ گفتگو اور بات چیت سے ان کی درستگی نہیں ہو سکتی۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ کلمہ کی حرمت کے سبب ہمیں کوئی نہیں چھیڑے گا اسی لئے وہ راہ راست پر نہیں آتے اور آپ کی نیز دیگر صحابۂ کرام کی باتوں کو ذرہ برابر اہمیت نہیں دیتے لہٰذا آپ ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غلاموں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری رضا و خوشنودی چاہتے ہو اور میری نعمت کا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتھیار کھول دو اور اپنی اپنی جگہوں پر جا کر بیٹھو اور سن لو کہ تم لوگوں میں سے جو غلام بھی ہتھیار کھول دے اس کو میں نے آزاد کر دیا وَاللّٰهِ لاَنْ اُقْتَلَ قَبْلَ الدِّمَاءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُقْتَلَ بَعْدَ الدِّمَاءِ ۔ یعنی اللہ کی قسم خونریزی سے پہلے میرا قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خونریزی کے بعد قتل کیا جاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ میری شہادت لکھ دی گئی ہے اور اللہ کے پیارے رسول

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بشارت مجھ کو دے دی ہے۔ اگر تم لوگوں نے بلوائیوں سے جنگ بھی کی تو بھی میں ضرور قتل کر دیا جاؤں گا۔ لہٰذا اس سے لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (تحفہ اثناعشریہ)

بلوائیوں کا آپ کو شہید کر دینا

محمد بن ابوبکر نے جب دیکھا کہ دروازہ پر ایسا سخت پہرہ ہے کہ اندر پہنچنا بہت مشکل ہے تو اُنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تیر چلانا شروع کیا جس میں سے ایک تیر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو لگ گیا اور آپ زخمی ہو گئے۔ ایک تیر مروان کو بھی لگا۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہو گئے اور ایک تیر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر بھی زخمی ہو گئے۔ محمد بن ابوبکر نے جب ان لوگوں کو زخمی دیکھا تو ان کو خوف لاحق ہوا کہ بنی ہاشم اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کو زخمی دیکھ لیں گے تو وہ بگڑ جائیں گے اس طرح ایک نئی مصیبت پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا اُنہوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا کہ اگر بنی ہاشم اس وقت آ گئے اور اُنہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں دیکھ لیا تو وہ ہم سے اُلجھ پڑیں گے اور ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا لہٰذا ہمارے ساتھ چلو ہم پڑوس کے مکان میں پہنچ کر (حضرت) عثمان کے گھر میں کود پڑیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اس گفتگو کے بعد محمد بن ابوبکر اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک انصاری کے مکان میں گھس گئے اور وہاں سے چھت پھاند کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان میں پہنچ گئے ان لوگوں کے پہنچنے کی دوسرے لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لئے کہ جو لوگ گھر پر موجود تھے وہ چھت پر تھے۔ نیچے امیر المؤمنین کے پاس صرف ان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے محمد بن ابوبکر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کی داڑھی پکڑ لی تو امیر المؤمنین نے ان سے فرمایا اگر تمہارے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجھے میرے ساتھ ایسی گستاخی کرتے ہوئے دیکھتے تو وہ کیا کہتے۔ اس بات کو سن کر محمد بن ابوبکر نے ان کی داڑھی چھوڑ دی لیکن اسی درمیان میں ان کے دونوں ساتھی آ گئے جو امیر المؤمنین پر جھپٹ پڑے اور ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور دشمن ان کو شہید کر رہے تھے اس وقت آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا بہت چیخیں چلائیں لیکن بلوائیوں نے چونکہ بڑا شوروغوغا کر رکھا تھا اس لئے آپ کی چیخ و پکار کو کسی نے نہیں سنا۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ کوٹھے پر گئیں اور لوگوں کو بتایا کہ امیر المؤمنین شہید کر دیئے گئے۔ لوگوں نے نیچے اُتر کر دیکھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پورا جسم خون آلود تھا اور ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے جب تلوار لگی تو آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر خون کے چند قطرات پڑے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے تلوار کے وار کو جب اپنے ہاتھوں سے روکا تو انکی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برہمی

جب حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر صحابہ و اہل مدینہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ کی شہادت کی خبر ملی تو سب کے ہوش اُڑ گئے۔ آپ کے مکان پر آئے آپ کو شہید دیکھ کر سب نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس صورتحال سے اتنا غصہ پیدا ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک طمانچہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر ایک گھونسا مارا اور فرمایا كَيْفَ قُتِلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ ۔ یعنی جب کہ تم دونوں دروازہ پر موجود تھے تو امیر المؤمنین کیسے شہید کر دیئے گئے۔ پھر آپ نے حضرت طلحہ کے صاحبزادے محمد اور حضرت زبیر کے صاحبزادے عبداللہ کو بھی سخت سست اور بُرا بھلا کہا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ قاتل دروازہ سے نہیں داخل ہوئے تھے بلکہ پڑوس کے مکان سے کود کر آئے تھے تو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سے دریافت فرمایا کہ امیر المؤمنین کو کس نے شہید کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں کو تو نہیں جانتی جنہوں نے امیر المؤمنین کو شہید کیا۔ البتہ ان کے ساتھ محمد ابوبکر تھے جنہوں نے امیر المؤمنین کی داڑھی بھی پکڑی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر کو بلا کر قتل کے بارے میں ان سے دریافت فرمایا تو اُنہوں نے کہا کہ حضرت نائلہ سچ کہتی ہیں۔ بے شک

میں گھر کے اندر ضرور داخل ہوا تھا اور قتل کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن جب اُنہوں نے میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو میں ان کو چھوڑ کر ہٹ گیا۔ میں اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں خدا کی قسم میں نے ان کو قتل نہیں کیا ہے۔ ابن عساکر نے کنانہ وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جس نے شہید کیا وہ مصر کا رہنے والا تھا اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور اس کا نام ''حمار'' تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے قاتل کا نام ''اَسوَدْ'' تھا۔ بہت ممکن ہے کہ محمد بن ابوبکر کے ساتھ دو بلوائی جو کہ آپ کے مکان میں کودے تھے اس میں سے ایک کا نام ''حمار'' اور دوسرے کا نام ''اسود'' رہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۳۵ھ ماہ ذی الحجہ کے ایام تشریق میں شہید ہوئے جبکہ آپ کی عمر بیاسی سال کی تھی آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ حش کوکب کے مقام پر جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

در منشور قرآن کی سلک بہی زوج دو نور عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الکریم

سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ واصحابہ اجمعین